© rasailojaraid.com

پروفیسر اختر راہی

مولانا آزاد سبحانی

برصغیر پاک و ہند کی تحریکِ آزادی میں جن علمائے کرام نے حصہ لیا، اُن میں سے ایک مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی تھے۔ افسوس ہے اُن کے بارے میں کوئی تحقیقی و تنقیدی کام نہیں ہوا اور اُن کے احوال و آثار پر چند متفرق تاثراتی تحریروں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا آزاد سبحانی اور اُن جیسے دوسرے بھولے بسرے حضرات پر ایک منصوبے کے ساتھ کام کیا جائے تاکہ موجودہ نسل تحریکِ آزادی کے مجاہدین کی کاوشوں سے آگاہ ہو سکے۔

مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی کے بارے میں زیرِ نظر مضمون سے شاید کوئی "صاحبِ ہمت" مولانا موصوف کی حیات و خدمات پر کام کرنے کے لیے تیار ہو سکیں۔

مولانا عبدالقادر ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء میں سکندر پور ضلع بلیا (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔[۱] اُنھوں نے لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی اور مولانا وصی احمد محدّث سورتی سے تفسیر و حدیث کا درس لے کر فاتحہ فراغ پڑھی۔ مولانا آزاد تعلیم سے فارغ ہو کر ادبی اور علمی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مسیحی پادری اور آریہ سماجی مبلّغ خلافِ اسلام تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ مارچ ۱۹۰۸ء میں آریہ سماجیوں نے بھرت پور کے نومسلم راجپوتوں کو دوبارہ ہندو بنانے کی کوشش کی۔ اس کے ردِ عمل میں مسلمان علما میدانِ عمل میں آ گئے۔ تبلیغی انجمنیں بننے لگیں، تاہم ایک ایسے ادارے کی اہمیت اپنی جگہ تھی جو تبلیغِ اسلام کے لیے مبلغین کی تربیت کرے، چنانچہ مولانا آزاد نے ۱۳ ستمبر ۱۹۰۸ء کو مدرسہ الٰہیات کانپور کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسے نے اسلام اور خلافِ اسلام تحریکوں کو سمجھنے سمجھانے کی روایت ڈالی۔

---

[۱] مقالہ زیرِ عنوان یادِ رفتگاں۔ ماہنامہ نیم روز (کراچی) بابت جولائی، اگست ۱۹۵۴ء، ص ۳۔۴۔ فرانسس رابنس نے سالِ ولادت ۱۸۷۳ء لکھا ہے۔ Separatism among Indian Muslims [کیمبرج یونیورسٹی پریس (۱۹۷۴ء)] ص ۴۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا آزاد مدرسہ الٰہیات کے بانی اور "شیخ الجامعہ" تھے ۔ یہ مدرسہ ۱۹۱۹ء تک خوش اسلوبی سے چلتا رہا ۔ اس کے بعد یہ مدرسہ اُن چند تاجروں کے ذاتی اختلافات کی نذر ہو گیا جو اس کی مالی امداد کرنے کی بنا پر انتظامی معاملات میں دخیل تھے ۔

مولانا ہمہ تن دینی اور تدریسی کاموں میں مصروف تھے کہ کانپور میں ایک ایسا حادثہ ہوا جس سے پورا برصغیر متاثر ہوا اور مولانا مسندِ درس سے اُٹھ کر میدانِ سیاست میں آ گئے ۔ میونسپل کمیٹی کے کارپردازوں نے ایک سڑک بنانے کی خاطر مچھلی بازار کی مسجد کا کچھ حصّہ منہدم کرا دیا ، جب کہ ایک مندر کو انہدام سے بچانے کے لیے سڑک کے نقشے میں تبدیلی کر دی گئی تھی ۔ مسجد کی شہادت سے مسلمانانِ کانپور سراپا احتجاج بن گئے ۔ ۱۳ر اگست ۱۹۱۳ء کو مولانا آزاد کی سرکردگی میں ایک بڑا جلسہ ہوا ۔

جلسے کے اختتام پر ہجوم نے مسجد کا رُخ کیا اور منہدم دیواروں پر اینٹیں چننے لگے ۔ قانون کے محافظوں نے گولی چلا دی اور چند نوجوان خون میں لت پت ہو گئے ۔ اس خونیں حادثے کی بازگشت پورے ملک میں سُنی گئی ۔ اخبارات نے سراپا احتجاج اداریے لکھے اور جگہ جگہ حکومت کے روّیے پر سختی سے نکتہ چینی کی گئی ۔ مولانا آزاد سبحانی اور ایک سو سے زائد دوسرے افراد گرفتار کر لیے گیے ۔ مولانا محمد علی جوہر اور دوسرے سرکردہ مسلمان راہنماؤں نے مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آخر ایک معاہدے کے تحت مسجد کا مسمار کردہ حصّہ تعمیر ہوا اور ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۳ء کو مولانا آزاد رہا ہوئے ۔[۵۲]

اس واقعہ سے مولانا آزاد سبحانی کی شخصیت پورے ملک میں متعارف ہو گئی ۔ اخبارات میں اُن کے پُرعزم رویّے کی تعریف کی گئی ۔ اس کے بعد مولانا سبحانی سیاسی تحریکوں میں حصّہ لینے لگے ۔ انجمن خدام کعبہ میں شامل ہوئے اور کانپور میں وہی اس انجمن کے کرتا دھرتا تھے ۔ فروری ۱۹۱۴ء میں اُنھوں نے یو ۔ پی کے مشرقی حصّے اور بہار کا دورہ کیا تھا ۔[۵۳]

---

۵۲ حادثہ مچھلی بازار کانپور کے لیے ملاحظہ ہو :

اعمال نامہ ۔ سر رضا علی دہلی

علی برادران ۔ سیّد رئیس احمد جعفری [لاہور : محمد علی اکیڈمی (۱۹۶۳ء)] ۔ ص ۳۲۸ ۔ ۴۱۲

۵۳ فرانسس رابنسن ۔ حوالہ مذکور ص ۲۱۵ (حاشیہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہو رہا تھا۔ علما نے اجلاس کے ایک دن پہلے ۲۹ دسمبر کو فتح پوری مسجد میں غور و فکر کیا اور فیصلہ کیا کہ دینی معاملات و مسائل پر اُنھیں مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہیے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے اس اجلاس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد سعید دہلوی اور مفتی کفایت اللہ کے ہمراہ مولانا آزاد شامل تھے مسلم لیگ کے صدر نے علما کی شرکتِ اجلاس پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ علما حسب سابق دینی امور میں رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ مولانا آزاد نے اس اجلاس میں پیش کی جانے والی قرار دادوں پر اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔

۱۹۱۹ء میں انھوں نے مولانا عبدالباری کے جاری کردہ "فتاویٰ متعلق بہ جزیرۃ العرب" پر دستخط کیے تھے۔ اُنھوں نے تحریکِ خلافت میں فعال کردار ادا کیا۔ مختلف اجلاسوں میں شریک ہوئے، فروری ۱۹۲۰ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس بمبئی کے اجلاس (شعبۂ علما) کی صدارت کی اور اسی سال ستمبر میں آل انڈیا خلافت کانگرس کلکتہ کی صدارت کی۔ وہ یو۔ پی خلافت کمیٹی کے عہدۂ صدارت پر بھی فائز رہے اور ضلعی سطح کی کئی ایک کانفرنسیں منعقد کر کے مسئلۂ خلافت کی اہمیت اور مسلمانوں کا نقطہ نظر واضح کیا۔

تحریکِ خلافت کے ساتھ ساتھ عدم تعاون کی تحریک چل نکلی تھی اور برصغیر کے کئی راہنماؤں نے سودیشی کپڑا پہننا لازم قرار دے لیا تھا۔ مولانا حسرت موہانی نے تو "سودیشی سٹور" کے نام سے دکان کھول لی تھی۔ اسی دور میں مولانا آزاد سبحانی کھدر پہننے لگے تھے اور اس کی دوسروں کو تلقین کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں اُن کا لباس گاڑھے کا کرتا، اسی کا تہہ بند، اسی کی چادر اور لکڑی کی کھڑاؤں ہو گیا تھا۔

مسلم لیگ کے اجلاس (۱۹۲۰ء منعقدہ ناگپور) میں اُنھوں نے حکیم محمد اجمل خان کی پیش کردہ قرار داد کی بھرپور تائید کی جس میں وکلا کو عدالتوں کے بائیکاٹ کرنے، طلبہ کو انگریزی حکومت کے امداد یافتہ اداروں سے نکل آنے، ارکانِ اسمبلی کو استعفا دینے اور ملکی مصنوعات استعمال کرنے پر زور دیا گیا تھا۔[۵۷]

تحریکِ خلافت اور عدم تعاون میں مالابار کے موپلا مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔ اس

---

۵۷ شریف الدین پیرزادہ۔ Foundation of Pakistan [کراچی: نیشنل پبلشنگ ہاؤس (۱۹۶۹ء)] - جلد اوّل - ص ۵۵۳ - ۵۵۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی بیداری کو کچلنے کے لیے مقامی انتظامیہ نے سختی سے کام لیا۔ موپلا مسلمان راہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس صورتِ حال سے مشتعل ہو کر موپلوں نے نہ صرف سرکاری عمارات اور جائداد کو نقصان پہنچایا بلکہ حکومت کے حامیوں کی جان و مال بھی اُن کے غصّے کی زد میں آ گئے۔ حکومت نے اسے فرقہ وارانہ فساد کا نام دے کر مارشل لا نافذ کر دیا۔ مزید سینکڑوں افراد گرفتار کر لیے گئے۔ گرمیوں کے موسم میں ایک سو افراد کو مال گاڑی کے ایک ڈبے میں بند کر کے لے جایا جا رہا تھا کہ دم گھٹنے سے اُن میں سے ستّر ہلاک ہو گئے۔ بہت سے افراد کو سزائے موت دے دی گئی اور باقی لوگوں کو قید و بند کی سزائیں سنائی گئیں۔

موپلا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے مولانا آزاد سبحانی تڑپ اُٹھے۔ مسلم لیگ کے اجلاس (دسمبر ۱۹۲۱ء - الہ آباد) میں موپلا مسلمانوں کے بارے میں حکومت کے رویّے پر بے اطمینانی کا اظہار کیا گیا اور قرارداد میں ایک کمیٹی تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا جسے مالابار جا کر رپورٹ تیار کرنا تھی۔ اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی شامل تھے۔[۵] اس کے چند ماہ بعد ۳ تا ۵ مارچ ۱۹۲۲ء کو جمعیت العلمائے ہند کا خصوصی اجلاس اجمیر میں ہوا اور اس اجلاس میں ہی موپلا مسلمانوں کے مسئلے پر رپورٹ تیار کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی۔ یہ کمیٹی مولانا آزاد سبحانی کی نگرانی میں بنی تھی اور اس نے اکتوبر ۱۹۲۲ء میں اپنی رپورٹ پیش کر دی تھی۔[۶] موپلا مسلمانوں کی امداد و تعاون کے لیے اُنھوں نے "موپلا ریلیف فنڈ" قائم کیا اور موپلاؤں کی مدد کے لیے اپنی سی کوشش کی۔

خلافت اور عدم تعاون کی تحریکوں کے زمانے میں مولانا آزاد سبحانی بہت سے دوسرے مسلمان راہنماؤں کی طرح کانگرس کے قریب ہو گئے تھے اور حقیقتاً یہ دور ہی "اتحاد" کا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں یو۔پی کانگرس کمیٹی کے نائب صدر تھے، مگر شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں نے اس عارضی اتحاد کو ختم کر دیا۔

جنوری ۱۹۲۵ء میں مولانا سبحانی نے "روحانیت" (گورکھپور) کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔

۵۔ شریف الدین پیرزادہ Foundation of Pakistan [کراچی: نیشنل پبلشنگ ہاؤس (۱۹۶۹ء)] - جلد اوّل - ص ۵۶۴ - ۵۶۵

۶۔ پروین روزینہ۔ جمعیت العلمائے ہند [اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت (۱۹۸۰ء)] ج اوّل - ص ۱۳۵، ۲۶۴، ۲۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پرچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا:

"ہمارے دوست مولانا آزاد سبحانی ہر گوشہ سے متمتع ہو کر بالآخر ایسا معلوم ہوتا ہے اب گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر "وطن در انجمن" یا "سفر در حضر" کا لطف اٹھانا چاہتے ہیں۔ گو یہ قیاس بڑے یقین کے ساتھ نہیں پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ یقین ہے کہ اب اُن کی مستقل شاہراہ زندگی، مسلک تصوف کی ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلے کی سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ موصوف نے جنوری ۲۵ء سے روحانیت کے نام سے ایک صوفیانہ رسالہ بڑی شان سے نکالنا شروع کیا ہے، جس میں اپنے خاص انداز میں عقل و نقل، علم و عمل، حقائق قرآنی، روح الاحادیث، فلسفۂ امام ربانی، تبصرات سبحانی، مکتوبات سبحانی، ملفوظات سبحانی، اطلاعات سلسلہ وغیرہ کے عنوانات سے اپنے علمی اور روحانی فیوض کو وقف عام کیا ہے۔ مولانا کی علمی لیاقت، قابلیت، حسن تقریر اور بعض دیگر خصوصیتوں کے ہم معترف ہیں۔ اُن کی خدمت میں مدّت سے تعارف حاصل ہے اور اس لیے ہم دل سے اُن کی کامیابی کے متمنی ہیں اور داعی ہیں کہ خدا اُن کو توفیق دے کہ وہ استقلال کے ساتھ ملک و ملّت کی ہدایت کا صحیح فرض انجام دیں۔ رسالے کی ضخامت دو جزو ہے۔ ؎۵"

"روحانیت" ڈیڑھ دو سال سے زیادہ نہ چل سکا اور ایک دفعہ پھر مولانا آزاد سبحانی سیاست کے خارزار میں آگئے۔ ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی کے "ڈانڈی مارچ" کی تائید میں انھوں نے بھی گرفتاری پیش کی مگر اس عرصے میں کانگرسی رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگرس مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کو تیار نہیں، چنانچہ مسلم لیگ کے مطالبۂ آزادی کے قریب آگئے۔ ۱۹۳۵ء سے تحریکِ قیام پاکستان تک انھوں نے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص پر زور دیا۔ ۱۹۴۵ء میں انھوں نے "جمعیت ربانیہ" کے نام سے ایک تصوّر پیش کیا اور اس کے لیے حصول پاکستان کو لازمی قرار دیا۔ وہ اپنے رسالہ "دعوت" میں مسلمانوں کے الگ وطن کے لیے "اسلامستان در ہمالستان" کے زیر عنوان مستقلاً لکھتے رہے تھے۔

؎۵ سید سلیمان ندوی —— اُردو کے نئے رسالے ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۴۷۰ - ۴۷۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا آزاد سبحانی اپنے مقصد اور کام میں بڑا انہماک رکھتے تھے۔ جس دور میں وہ "جمعیت ربانیہ" کا تصور عام کر رہے تھے، بچوں کو اپنے گرد جمع کر لیتے اور سب کو تلقین کرتے کہ وہ سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام" کے ساتھ مزید کہا کریں ۔ "اللہ حاکم ہم کارندے"۔ یہ خلیفۃ اللہ ہونے کا مفہوم تھا، جس کا تذکرہ وہ اپنی تحریک کے سلسلے میں بڑی اہمیت سے کرتے تھے۔

"ربانی بنو" اُن کی تحریک کا ماٹو (Motto) تھا۔ اپنے عقیدت مندوں، عزیزوں اور شاگردوں سے بہ اصرار کہتے تھے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ "ربانی" اور "ربانیہ" کے الفاظ لکھا کریں۔ تاکہ "کونوا ربانیین" کے لیے راستہ ہموار ہو سکے اور پھر فکر و عمل کی وہ منزل آجائے کہ یہ جمعیت ربانیہ "اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ ربّ العالمین کا پیکر بن جائے۔

قیامِ پاکستان کے بعد وہ گورکھپور میں مقیم رہے۔ آخر میں گوشہ نشین ہوگئے تھے اور ان کی سرگرمیاں رسالہ "دعوت" کی ترتیب و اشاعت تک محدود تھیں۔ آخر ۲۴ جون ۱۹۵۷ء کو گورکھپور میں فوت ہوئے اور وہیں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

مولانا آزاد ایک معروف عالمِ دین، فلسفی، ادیب اور شعلہ بار مقرر تھے۔ اُن کی سیاسی و علمی زندگی میں ۲۳-۱۹۲۲ء کے سال اُن کی مقبولیت کے سال تھے۔ اس کے بعد اُنھیں ویسی مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی۔ مولانا آزاد اپنی تقریر میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے۔ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے تھے۔ سننے والوں کے دل جیت لیتے تھے مگر وہ اپنی کسی تحریک کو پوری طرح منظم نہ کر سکے۔ وہ بنیادی طور پر مفکر اور مقرر تھے، منتظم نہ تھے۔

مولانا آزاد کی خطابت کے بارے میں سید رئیس احمد جعفری مرحوم نے لکھا ہے کہ "(وہ) تقریر بڑی اچھی کرتے ہیں۔ تقریر نہیں کرتے جادو کرتے ہیں۔ بہت بڑے فلسفی بھی ہیں۔ تقریر میں فلسفیانہ تخیل و تجزی کے کمالات اور دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ مخالف بھی داد دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ دیکھا یہ تھا کہ جن کی زبان اچھی ہوتی ہے، اُن کے خیالات کی جھولی خالی ہوتی ہے۔ جن کے خیالات گراں مایہ ہوتے ہیں وہ بے زبان ہوتے ہیں، لیکن یہ شخص اقلیم خیال کا بھی فرماں روا تھا اور شہرستانِ زبان کا بھی تاجدار [۵۸]"

---

۵۸ سید رئیس احمد جعفری ۔ دید و شنید (لاہور، کتاب منزل، ۱۹۴۸ء)۔ ص ۵۸، ۶۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سبحانی کے ہم تخلّص، مولانا ابوالکلام آزاد بھی فنِ تقریر میں اپنی مثال آپ تھے مگروہ کانگریس سے وابستہ تھے، جب انھوں نے محسوس کیا کہ مسلمانانِ کلکتہ ان کی اقتدا میں نمازِ عیدین پڑھنے میں متامل ہیں تو وہ امامت سے پیچھے ہٹ گئے اور اس کے لیے قرعۂ فال مولانا آزاد سبحانی کے نام پڑا اور دو سال اُنھوں نے یہ فرائض انجام دیے۔

آزاد، اُن کا تخلّص تھا اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اُنھوں نے ۱۹۲۰ء میں "حلقۂ ادبیہ" کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس کا مقصد اردو شعروادب کی خدمت تھا۔ اُن کے فیض یافتہ لوگوں میں "گلابی اردو" والے ملّا رموزی اور معروف شاعر ثاقب کانپوری زیادہ نمایاں ہیں۔ مولانا آزاد کی ایک غزل ذیل میں نقل کی جاتی ہے، جس سے اُن کے شعری ذوق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نقطۂ اوجِ تام پر، ماہ تمام آگیا ۔۔۔ یعنی وہ چاند حُسن کا برسرِ عام آگیا
شکر ہے زیرِ احتساب، آگیا نامِ شیخ بھی ۔۔۔ مشربِ اہلِ جام میں، منکرِ جام آگیا
پُرسشِ لطفِ ظاہری حائلِ مُدّعا ہوئی ۔۔۔ دامِ فریبِ یار میں عاشقِ خام آگیا
لائقِ امتحاں نہ تھا میں کہ تھا بے دلِ و جگر ۔۔۔ جذبۂ شوقِ امتحان، وقت پہ کام آگیا
موقعِ امتحاں سے قبل دعوئ امتحان غلط ۔۔۔ کانپ اُٹھا ہوں جب کبھی جور کا نام آگیا
حاصلِ سعیِ راہِ عشق، آج ہے نقدِ جیبِ دل ۔۔۔ جانِ حزیں کی مانگ ہے، چلیے پیام آگیا

کس کو تھی تابِ میکشی، ہوتے دو بند میکدے
نیتِ اتّقا کرو، ماہِ صیام آگیا ۵۹

مولانا آزاد سبحانی سے چند کتابیں یادگار ہیں جن میں سے حسبِ ذیل نمایاں ہیں۔

۱۔ مقدّمہ تفسیرِ ربّانی
۲۔ تفسیر ربّانی
۳۔ العقائد
۴۔ کلیات

---

۵۹ ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) - مئی ۱۹۱۹ء - ص ۶۱۲

© rasailojaraid.com